رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی میکرد
میگفت گدا بودن کنعاں خوشتر

کاکوری اخبار

ہفتہ وار

[illegible]

چندہ سالانہ	۲/
قیمت فی پرچہ	۱/

جلد ۱ | کاکوری دو شنبہ ۱۶ ستمبر ۱۹۴۰ء مطابق ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ | نمبر ۱

ادبیات

(نعتیہ غزل از منشی اعجاز حسین صاحب علوی اعجاز مرحوم کاکوروی)

مجھے تو قبر کی ہر شب شب برات ہوئی
لیا جو نام محمد مری نجات ہوئی

خیال عارض پر نور نے سحر کر دی
بسر تصور گیسو میں ساری رات ہوئی

بشر سے ایسے حسین کی ثنا حسن کب ہو
کہ جس کے حسن پہ عاشق خدا کی ذات ہوئی

نہ پوچھو کیسی ہے نعت نبی میں شیرینی
ادھر زبان سے نکلی ادھر نبات ہوئی

مرا جو نام ہے تیرے گنہگاروں میں رہا
تو مغفرت بھی جنازے کے ساتھ ساتھ ہوئی

ہماری مستی کی واعظ کو قدر کیا رندو
یہ وہ شراب ہے پی کر جسے نجات ہوئی

نماز عشق محمد میں مر گیا اعجاز
جھکا ہی سجدے میں سر رہ گیا وفات ہوئی

کچھ مشہور تاریخی واقعات

(بسلسلہ یکم ستمبر ۱۹۴۰ء)

۱۸۴۰ء۔ ملکہ وکٹوریہ کی شادی۔ ۱۸۴۲ء کابل کی پہلی جنگ

۱۸۴۹ء۔ پنجاب میں انگریزی حکومت کا تسلط۔

۱۸۵۳ء۔ ہندوستان میں ریل تار برقی کا اجرا اور پولیس ایکٹ کا نفاذ۔

۱۸۵۷ء۔ غدر ہندوستان۔ ۱۸۷۷ء۔ جنگ ٹرکی و روس

۱۸۸۵ء۔ نیشنل کانگریس کی بنیاد۔ ۱۹۰۵ء۔ پنجاب میں زلزلۂ عظیم

۱۹۰۴ء۔ جنگ روس و جاپان۔ ۱۹۱۱ء دربار تاجپوشی شہنشاہ جارج پنجم

۱۹۱۲ء۔ جنگ بلقان۔ ۱۹۱۴ء جنگ عظیم ۱۹۱۵ء پریس ایکٹ کا نفاذ

۱۹۱۹ء۔ جنگ افغانستان۔ دہلی میں ستیہ گرہ کی پہلی ہڑتال۔ رولٹ بل کونسل میں پاس ہوا۔

۱۹۲۸ء۔ آل پارٹیز کانفرنس بمقام لکھنؤ کشمیر میں سیلاب سے زبردست تباہی، باردولی میں کسانوں کی سول نافرمانی۔ بالشویکوں کا کابل سے اخراج۔ امیر امان اللہ خان کا سفر یورپ۔ امیر امان اللہ خاں کی تخت سے دستبرداری۔

۱۹۳۳ء۔ وائٹ پیپر کی اشاعت۔ کنگ نادر شاہ والی کابل کا قتل۔

۱۹۳۴ء۔ صوبہ بہار میں زلزلۂ عظیم۔ جرمنی کے پریسیڈنٹ ہنڈنبرگ کی وفات اور ہٹلر کی پریسیڈنسی۔

۱۹۳۵ء۔ کوئٹہ میں زلزلۂ عظیم۔ وائٹ پیپر کا نفاذ۔

۱۹۳۶ء۔ شہنشاہ جارج پنجم کی وفات اور ایڈورڈ ہشتم کی تخت نشینی اور دست برداری۔

۱۹۳۷ء۔ شہنشاہ جارج ششم کی تخت نشینی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۷ | کاکوری دوشنبہ ۱۶ر ستمبر سنہ۱۹۴۰ء | نمبر ۱۰

ظن المومنین

ہم بہت عرصہ سے اس مسئلہ پر غور کر رہے تھے کہ ہمارے قصبہ کے ادبار و تنزل کے اسباب کیا ہیں اور انکو کیونکر رفع کیا جا سکتا ہے اور وہ کیا صورتیں ہیں کہ گذشتہ نصف صدی تک ہمارا قصبہ ہر حیثیت سے نہایت عزت و وقار کے ساتھ بام عروج پر رہا اور دفعۃً انحطاط کے کیا اسباب پیدا ہوئے۔ شکر رنجیاں اور اختلافات بھی بعض خاندانوں میں رونما ہونے کی پرانی یادداشتیں ہم نے دیکھی ہیں لیکن اُنکے اثرات زیادہ دنوں تک نہیں رہتے تھے اسکے وجوہ یہ سمجھ میں آتے ہیں کہ اختلافی مسئلہ کو طرفین با آسانی آپس میں خود ہی طے کر لیتے تھے یا کوئی تیسرا شخص درمیان میں پڑکر چھوٹے بڑے تصفیہ کا تصفیہ ہی صرف نہیں کرا دیتا تھا بلکہ طرفین کے قلوب مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہو جاتے اور آپس کے میل جول عزیزانہ و برادرانہ اور دوستانہ میں کوئی کمی نہ ہوتی تھی اور اخلاص و محبت میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ لیکن اب جس نتیجہ پر ہم پہونچے ہیں اور بعض خاندانوں کے اختلافات کے وجوہ ہماری سمجھ میں آئے ہیں اور واقعات و حالات کی جانچ نے ہم کو جس نتیجہ پر پہونچایا ہے وہ سوائے سوءظنی و بدگمانی کے اور کچھ نہیں ہیں جسکا دفع ہو جانا کوئی مشکل بات نہیں اگر ذرا سی توجہ اور ایثار سے کام لیا جائے۔

حضور سرور دو عالم جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جس کو دل کہتے ہیں اگر یہ ٹھیک ہے تو انسان سارا کا سارا ٹھیک اور اگر یہی بگڑا ہوا ہے تو انسان بھی بگڑا ہے" حقیقت حال یہ ہے کہ دل ہی پر جسمانی اور روحانی صحت کا دار و مدار ہے یا یوں کہئے کہ انسان کی زندگی کا انحصار دل ہی سے ہے خواہ جسمانی ہو یا روحانی قلب کو آئینہ سے اسی لئے تشبیہ دیتے ہیں کہ اُس سے اصلی خد و خال ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اسی سے ظن کا تعلق ہے۔ اگر انسان خود صاف اور پاک ہے اور اُسکا دل اعلےٰ اور نیک خیالات کا منبع ہے تو اُسمیں سوءظنی کی جگہ نہیں اگر اسکے خلاف ہے تو پھر حسن ظنی مفقود ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان کی اپنی حالت اُسکے اظہار ظن سے معلوم ہو سکتی ہے کہ وہ اچھا ہے یا برا کیونکہ انسان خود جیسا ہوتا ہے ویسے ہی اُسکے خیالات ہوتے ہیں اور خیالات ہی پر ظن کا مدار ہے۔ باریتعالےٰ کا ارشاد ہے اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ (انسان اپنے ہی جیسا دوسروں کو سمجھتا ہے) چونکہ مومن کا دل پاک اور صاف ہوتا ہے لہذا ارشاد ہوا کہ ظَنُّ الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا (ایمان والے اچھا ہی گمان کرتے ہیں) اللہ جل شانہٗ نے زیادہ گمان کرنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد ہے کہ بعض گمان ایسے ہیں جو گناہ کی حد تک پہونچتے ہیں جن سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

آج مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کے اسباب میں سوءظنی بھی نمایاں طور پر پائی جاتی ہے بہت کم ایسے نکلیں گے جو اس سے پاک ہوں جب تباہی و بربادی آتی ہے تو چاروں طرف سے آتی ہے اور اسکی آمد کی پہلی نشانی ہمارے خیال میں یہی سوءظنی ہے کیونکہ قلب انسانی دنیا اور اسکی لذات سے دلدادہ ہو جاتا ہے تو اُسمیں احکام خداوندی نہیں سماتے۔ جس طرح مکان جب مکین سے خالی ہوتا ہے تو اُسمیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر ہو جاتے ہیں اور چمگادڑ و الّو مکانوں میں بسا کرتے ہیں۔ یہی کیفیت ہمارے قلوب کی ہے میاں بیوی سے، باپ بیٹے سے، بھائی بھائی سے بدظن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے دل اسقدر بگڑ گئے ہیں کہ اللہ و رسول کے ارشادات اور علما و صلحا کے اقوال و نصیحتیں کارگر نہیں ہوتی ہیں۔ اسکی وجہ یہی سوءظنی ہے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ اچھی اور نیک ہدایت کرے اور مخلصانہ پند و نصایح کی جرأت

کرتا ہے تو مقرر کی تقریر اور ناصح کی نصیحت سے پہلے اُسکی ذات سے سوء ظنی موجود ہو تو پھر تقریر، تحریر یا گفتگو کا اثر کیونکر ہو سکتا ہے۔
افسوس ہے کہ اب وہ لوگ نہیں رہے جو تحریر پڑھکر یا واعظ کی تقریر سنکر اپنی حالت پر غور کرتے تھے اپنے عیوب پر نظر ڈالتے تھے اور پھر اپنی اصلاح اور خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ آج دوسروں کی عیب گیری ہے اور دوسروں کی برائیوں پر نظر ہے جسکی وجہ سے اپنی پستی، تنزل اور ادبار کے اسباب نظر سے اوجھل ہو گئے ہیں۔
کیا وہ قوم ترقی کر سکتی ہے اور زندہ رہ سکتی ہے جس کے افراد ایک دوسرے کی برائی میں تو مصروف ہوں مگر اپنی حالت پر بھول کر بھی نظر نہ ڈالیں۔ جسکو دیکھئے یہی کہتا نظر آئیگا کہ "مسلمانوں کی اصلاح بہت مشکل ہے" یہ الفاظ سنکر ہمکو بے انتہا حیرت ہوتی ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی اصلاح سے اسقدر مایوس ہو وہ کیا خود کو اصلاح یاب سمجھتا ہے یا اپنے کو مسلمانوں سے الگ ایک ہستی تصور کرتا ہے اگر یہ سوء ظنی نہیں تو اور کیا ہے اگر حقیقت میں اسے قوم کی حالت کا احساس ہے تو اسکو اصلاح کی جانب متوجہ ہو جانا چاہئے۔ اپنی حالت پر غور کرے اپنے میں جو خامیاں و برائیاں ہوں پہلے انکی اصلاح کرے اپنی اولاد اپنے خاندان و رفتہ رفتہ اُسکا دائرہ اثر ہو سب کی اصلاح کی کوشش شروع کر دے یا اگر اُسکے احساس کی یہ حد ہے کہ وہ خود، اسکی اولاد، اُسکا خاندان اور اُسکے اثر والے لوگ سب اصلاح یاب ہیں اور اسکے علاوہ سب خراب تو یہ کوئی صحیح خیال نہیں ہو سکتا۔
ظنّوا المؤمنین خیرًا کے عامل اپنی برائیاں دیکھتے اور دوسروں کی اچھائیوں پر نگاہ رکھتے ہیں اور اسکی وجہ سے اُن کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ سچے مسلمانوں کا بھی یہی مسلک ہونا چاہئے اسطرح قوم سدھر سکتی ہے۔ کاش مسلمان عموماً اور ہمارے اہل وطن خصوصاً "ظنوا المؤمنین" کو سمجھیں اور اسپر غور کریں تو ہمکو یقین واثق ہے کہ ہماری حالتیں سدھر کر پھر وہی پہلا دور ترقی عود کر سکتا ہے جو نہ صرف ہمارے قصبہ ہی میں جاری و ساری تھا بلکہ تمام عالم میں

ہم ہی ہم تھے

ہر دم رہے انہیں زباں پر خدا خدا — بحرِ جہاں میں کون کسی کا ہے آشنا
دلداری و محبت و دلجوئی و وفا — معدوم ہیں بصورتِ عنقا دکھیا
گستاخ ہو کے عرض کیا ہے معاف ہم — ہم نے تو ایک دل ہی نہ پایا جو صفا ہو

نقوش

اعجاز مرحوم۔ گذشتہ اشاعت میں مرحوم کی رحلت کی خبر درج ہو چکی ہے۔ اعجاز مرحوم ہمارے کاکوری اسکول میں ہم جماعت تھے اور بڑا لطف و خلوص تھا۔ کاکوری اخبار کو جب ہم نے اپنے ہاتھ میں لیا تو بہت خوش ہوئے تھے اور یہی وجہ تھی کہ وہ اخبار سے بہت اُنس و محبت کا اظہار کرتے تھے۔ اپنا تازہ کلام ہی صرف ہمکو اشاعت کیلئے نہیں بھیجتے بلکہ اخبار کی ترقی اشاعت کی کوشش کے ساتھ ساتھ مفید مشورے بھی دیتے رہتے تھے۔ باوجود خرابی صحت جب بھی موقع ملتا بلا طلب اپنا کلام اخبار کے لئے بھیجتے۔
ہم کو مرحوم کے انتقال کی دفعۃً جب خبر ملی تو انتہائی قلق اور صدمہ کے ساتھ حیرت بھی ہوئی کیونکہ قبل سے کسی سنگین مرض میں مبتلا ہونے کی اطلاع نہ تھی اور ڈپٹی امیر احمد صاحب علوی کی روانگی تک جو خطوط مرحوم کے آئے اُنسے یہ پتہ چلتا تھا کہ آجکل اُنکی صحت اچھی ہے۔ اب معلوم ہوا کہ دفعۃً فالج کا حملہ ہوا اور قلب و دماغ زیادہ متاثر ہو گئے۔
مرحوم بڑی خوبیوں اور صفات کے انسان تھے، کاکوری کے قیام اور طالب علمی کے زمانہ کی صحبتیں اور جلسوں میں مرحوم کی شرکت اور نظم خوانی جب ہم یاد کرتے ہیں تو دل بے چین ہو جاتا ہے اور زندہ دلی اور مذاق کے واقعات یاد آ آ کر رقت پیدا کرتے ہیں۔ اللہ مغفرت کرے۔
مختصر حالات زندگی درج کرتے ہیں جسے مرحوم کی لائف کا خاکہ ناظرین کے ذہن میں آ جائیگا اور نعتیہ کلام کی ایک غزل بھی جو ابھی ہمکو ملی ہے صفحہ اول پر دلی رنج و افسوس کے

ساتھ درج کی ہے۔

اعجاز تخلص۔ اعجاز حسین نام۔ منشی رضا حسین (خوشنویس هفت قلم) کے صاحبزادے۔ اولاد شیخ عزیز الرحمٰن بن شیخ عبدالرحمٰن (از نبائر مخدوم عبدالکریم قدس سرہٗ) کی آخری یادگار تھے۔ ۱۲۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کاکوری میں ہوئی۔ طبیعت موزوں تھی۔ دس بارہ سال کی عمر میں شعر خوانی کی دھوم تھی۔ ایک جلسے میں پچاس پچاس شعر بے تکلف نظم کر لیتے تھے۔ درسیات فارسی سے فراغت ہوئی تو شاعری خوب چمکی۔ لکھنؤ کے مشہور ظریف اخبار "اودھ پنچ" کیلئے ساقی نامے لکھنے لگے اور اسی زمانے میں بعض مثنویوں پر حضرت محسن رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاح کا شرف حاصل کیا۔

پہلی شادی شیخ عبدالسمیع (خلف شاہ رحیم باسط) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی مگر وہ مرحومہ ایک سال کے بعد راہی جنت ہوئیں۔ دوسرا نکاح قصبہ فتحپور میں اپنے خالہ زاد بھائی کی لڑکی سے کیا اور کاکوری سے جلاوطنی اختیار کی۔ دکن پہونچے اور ریاست حیدرآباد میں مختلف دفتروں میں ملازمت کی۔ بالآخر سب رجسٹرار ہوگئے اور اسی خدمت سے پنشن حاصل کی۔ ۵۰ سال تک کاکوری والوں کو انکی خبر نہ ملی تھی کہ انکی مثنوی "یادِ وطن" شائع ہوئی اور اسکے ایک سال بعد وطن کی خاک پاک کو انکی زیارت نصیب ہوئی۔ دس پندرہ روز قیام کرکے واپس گئے اور پھر دوبارہ ہندوستان کا رُخ نہ کیا۔

۲۰ اگست سنہ ء کو صبح کے پانچ بجے داعی اجل کو لبیک کہی اور گیارہ بجے دن کے پیوند خاک ہوئے۔ دو سال سے اورنگ آباد میں قیام تھا۔ وہیں آخری سانس لی اور اسی متبرک سرزمین پر دائمی راحت قبول کی۔

"ہمیں دانم کہ گوش از دوست پیغامے شنید اینجا"

انتقال سے دو سال قبل غزلیانہ اور عاشقانہ شاعری چھوڑ کر نعت گوئی اختیار کی تھی۔ اس مدت کا کلام بہت دلکش اور پُرسوز ہے۔ چند غزلیں اور مناجاتیں کاکوری اخبار میں انشاءاللہ شائع ہونگی۔

ایک دیوان نعتیہ اور ایک دیوان عاشقانہ تیار ہے مگر اسکی اشاعت کی فی الحال کوئی امید نہیں ہے۔

مرحوم کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ دو صاحبزادیاں یادگار ہیں۔ بڑی لڑکی کی شادی فتحپور میں ہوئی تھی وہ بیوہ ہوگئی۔ دوسری لڑکی حافظ نصیر احمد علوی (خلف ڈپٹی امیر احمد صاحب) کے عقد میں ہے اور صاحبِ اولاد ہے۔

اعجاز مرحوم کے والد چھ بھائی تھے مگر افسوس ہے کہ اولاد ذکور کا اس خاندان میں نشان باقی نہ رہا۔ مرحوم فرماتے تھے کہ ؎

ان کی باقی اگر نشانی ہے — اک مرا حرف زندگانی ہے
یادگار سر مزار ہوں میں — اک مٹا سا خط غبار ہوں میں

بادِ حوادث نے وہ حرف آخر بھی مٹا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

عورت کی محبت اور سماج کا ظلم

(از جناب نازؔ صاحبہ)

کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ!! "نعیم! باہر نکلو دیر ہو رہی ہے آج نتیجہ نکلنے والا ہے" یہ الفاظ میرے ایک دوست اسلم کے تھے۔ ہم دونوں اسلامیہ ہائی اسکول ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ ہم اسکول پہونچے دس بجے نتیجہ نکلا۔ صوبہ سرحد میں اول رہنے کے علاوہ میں نے ریاضی کا رکارڈ توڑ دیا تھا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ گھر آتے ہی پرچے ماموں صاحب اور انکے ایک گہرے دوست عالم شاہ کو دکھلائے دونوں نے شاباش دی۔

شام کے وقت کھانے کی میز پر ماموں صاحب نے کہا "آج سے سید عالم شاہ کی بھانجی شیریں سلطانہ کو ریاضی پڑھانے جایا کرو کیونکہ اسکو بھی اگلے سال مڈل کا امتحان دینا ہے۔" کھانا ختم کرکے میں سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ طرح طرح کے

خیالات مجھے ستا رہے تھے۔ کیا مجھے ایک لڑکی کو پڑھانا ہوگا جسے میں نے دیکھا بھی نہیں۔ جسے میں جانتا تک نہیں۔ میں کسی نتیجہ پر نہ پہونچ سکا۔ لیکن بھلا ہو نیند کا جس نے مجھے ان جھمیلوں سے دور ایک رنگین وادی میں جا پھینکا۔ صبح یہ خیال میرے دماغ میں دور ایک نقطہ کی طرح موجود تھا لیکن اسکول جاتے جاتے میرے دل و دماغ پر پوری طرح چھا گیا تمام دن انھیں خیالات نے میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ پانچ بجے شام کو میں دو تین ریاضی کی کتابیں بغل میں دبائے اسد منزل کی طرف جا رہا تھا لیکن پاؤں رک رک کر اٹھتے تھے۔ ڈیوڑھی پر اسلم میرا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دارالمطالعہ میں چھوڑ کر اسلم واپس آ گیا میں خیالات کی رو میں بہتا جا رہا تھا کہ — "بیٹا خیریت سے ہو" نے چونکا دیا یہ شیریں سلطانہ کی والدہ کے الفاظ تھے میں نے جھک کر سلام کیا ان کے پیچھے ایک لڑکی تھی چودہ کا سن ہوگا مجھے تو اسکے لڑکی ہونے میں بھی شک تھا۔ وہ ایک حور تھی ...... حسین اور ملائک فریب — ایک عجیب انداز سے مسکرا رہی تھی۔ جسم سے ایک ریشمی ساڑھی لپیٹے وہ اس دلکش فضا میں حسن کا ایک بے پناہ سیلاب بہا رہی تھی۔ اسکے بال جو شانہ کی منت پذیری سے بے نیاز تھے۔ اسکے حسین چہرے کے گرد ہالہ بنائے ہوئے تھے۔ اور اسکا دلفریب تبسم اسکے ہونٹوں پر رقص کر رہا تھا۔ اس کی سیاہ نرگسی آنکھوں میں ایک کشش تھی جس نے مجھے اسے دیکھتے رہنے پر مجبور کر دیا۔ اسکی والدہ نے کہا شیریں ماسٹر صاحب کو سلام کرو۔ شیریں نے نظریں نیچی کئے ہوئے اپنا نازک ہاتھ آگے بڑھایا جسے میں نے تھام لیا۔ کتنا نرم ہاتھ تھا۔ جس نے میرے ہاتھ میں کپکپی پیدا کر دی۔ یوں تو ہر حسین عورت کے ہاتھ میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ مرد کے جذبات میں تلاطم پیدا کر دے۔ لیکن شیریں کے پاس بہت زیادہ تھی۔ میں نے بغیر کسی تمہید کے پڑھانا شروع کیا اور ایک گھنٹہ کے بعد اجازت چاہی۔ شیریں نے میری طرف دیکھا آنکھیں چار ہوئیں اور مجھے معلوم ہو گیا کہ نرگسی آنکھوں میں مقناطیس سے زیادہ کھینچنے کی طاقت ہوتی ہے ——

اسی طرح ایک ہفتہ گذر گیا۔ اور ہم اس تھوڑے عرصہ میں کافی بے تکلف ہو چکے تھے۔ میرے جانے پر شیریں کی آنکھیں چمک اٹھتیں جیسے کسی کے انتظار میں تھیں۔ وہ مجھے چاہتی تھی مجھے اس سے والہانہ محبت تھی۔ ہماری زندگی دن بدن ایک نہ ٹوٹنے والی گرہ میں قید ہو کر محبت کو غیر فانی بنانی گئی۔ ہماری معصوم روحیں (ہمیں گناہ کا کبھی خیال بھی نہ آیا) ایک دوسرے کے قریب ہوتی گئیں۔ لیکن ہمیں معلوم بھی نہ ہوا۔ اسی طرح ہم روز ملتے۔ یونہی شام ہو جاتی اور پھر دوسرے دن ملنے کیلئے جدا ہو جاتے۔ لیکن ایک دوسرے سے ملے بغیر بے چین رہتے تھے...... ایک نامعلوم جذبۂ محبت کے ماتحت ہمیں کبھی چھپ کر ملنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ ہمارے سرپرستوں کا ہم پر کامل اعتماد تھا۔ ایک دن باتوں میں شیریں نے کہا "نعیم! کہیں ہماری کشتی سماج کے بے رحم ہاتھوں ڈبو نہ دی جائے! کیونکہ اسے ایسا کرنے میں مزہ آتا ہے!" میں نے کہا "پگلی" اور دونوں ہنس پڑے۔

چار مہینے گذر گئے۔ حسب معمول میں شیریں کو پڑھاتا۔ پہلے شیریں میرے آنے سے قبل دارالمطالعے میں آجاتی تھی۔ لیکن آج غیر حاضر تھی اسلم سے پتہ چلا کہ لاہور سے مہمان آئے ہوئے ہیں اس لئے دیر ہو گئی ہوگی۔ چار پانچ منٹ کے بعد شیریں لڑکھڑاتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی میں نے دیکھا کہ باوجود اپنے بہترین لباس میں ملبوس ہونے کے اسکے منہ پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ میں کھڑا ہو گیا۔ شیریں نے ہاتھ پھیلا دیے اور دوسرے لمحے میں اسکا لطیف اور حیات افروز جسم میرے بیتاب بازوؤں میں تھا۔ جس جسم نے میری زندگی کے صبر و قرار کو آگ لگا رکھی تھی۔ شیریں اپنے نازک بوجھ کو کلیۃً میرے سپرد کرتے ہوئے بے بس ہرنی کی طرح

میری طرف دیکھنے لگی۔ اُسکے ہونٹ مرتعش تھے۔ معلوم نہیں کتنی دیر ہم اسی طرح کھڑے رہے۔ آخر بہ آہستہ مجھ سے الگ ہوکر صوفہ پر بیٹھ گئی۔ اسکا خوبصورت چہرہ سُرخ ہوچکا تھا۔ آنکھیں فرطِ حیا سے جھکی جاتی تھیں۔ شاید اپنی اس حرکت پہ "شیریں کیا بات ہے" میں نے کہا۔ اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو وہ چپ تھی۔ آنکھیں بند کئے بے حس بیٹھی تھی جیسے سنگ مرمر کا مجسمہ۔ تھوڑی دیر بعد اس مجسمہ میں حرکت پیدا ہوئی اور پھر یوں گویا ہوا۔ نعیم! آج میں تمھارے لئے ایک بُری خبر لائی ہوں میری آج منگنی ہوگئی ہے۔ سماج ہمیں کبھی اکٹھا نہیں دیکھ سکتا۔ میں ایک سید خاندان سے ہوں۔ اور تم پٹھان۔ لیکن محبت کو یہ چیزیں دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اور دیکھے کیوں۔ دیکھے تو اسوقت جب خود کی جائے۔ محبت کی نہیں جاتی ہوجایا کرتی ہے۔ ہم بڑھتے چلے گئے۔ محبت کی بے پناہ نیرنگیوں میں۔ لیکن دنیا کی فریب کاریوں سے ناواقف تھے ہماری کشتیٔ حیات محبت کے سمندر میں بے خطر جارہی تھی کہ یکایک ٹکرائی...... چٹان سے اور سنبھلنے سے پہلے پاش پاش ہوگئی۔ آگے کچھ نہ کہہ سکی اور رونے لگی۔ میں نے تسلی دی۔ اب شام ہوچکی تھی۔ ہم ملے۔ پھر جدا ہوگئے۔ جس سپیدۂ سحر سے لیلیٰ شب۔ شیریں کی آنکھوں میں حسرت جھلک رہی تھی اُن میں ارمان یاس اور آرزو تھی...... ہماری دنیا میں تاریکیاں چھاگئیں...... میں گھر چلا آیا پھر کبھی نہ گیا۔

دو ماہ کے بعد اسکی شادی ہوگئی۔ مجھے بُلایا گیا لیکن میں نے ٹال دیا۔ میں آنکھوں کے سامنے اپنی آرزوؤں کو لُٹتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

نو سال گذر گئے۔ بی۔ اے کے بعد میں نے ڈاکٹری پاس کی اور سول ہسپتال لاہور میں ڈاکٹر کی حیثیت سے کام کرنے لگا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ۲۱ر اپریل سنہ ۱۹۲۷ء کی پرفضا شام تھی۔ میں بھی ٹہلنے پر سیر کرنے گیا ہوا تھا کہ ہسپتال کا ایک کمپونڈر مغربی سیڑھیوں سے دوڑتا ہوا پہاڑی پر آیا! اور کہا۔ ڈاکٹر صاحب لیڈی ڈاکٹر صاحبہ نے آپ کو بلانے کی سخت تاکید کی ہے۔ میں نے تانگہ لیا اور سیدھا لیڈیز وارڈ میں چلا گیا۔ لیڈی ڈاکٹر دروازے پر کھڑی تھی۔ میں جونہی اترا۔ بولی "دل ڈاکٹر صاحب! ایک تپ دق کی مریض ایک ہفتہ سے ہسپتال میں داخل ہوئی ہے۔ آج اس کی حالت نہایت نازک ہے برائے نوازش اسکا معائنہ فرماکر میرے معلومات میں اضافہ کیجئے۔ میں کمرے میں داخل ہوا دیکھا ایک عورت بستر پر پڑی ہوئی دم توڑ رہی تھی۔ وہ شیریں تھی۔ (یا خوشتر)

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزہ احباب درجملہ اہل وطن سے باہر ہیں! وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم:۔ ۱۰ر اگست کے بعد بارش مطلق نہیں ہوئی آسمان بالکل صاف رہتا ہے شاذ ابر کے کچھ ٹکڑے فضا میں نظر آتے ہیں دھوپ دن میں بہت سخت ہوتی ہے لیکن ہوا ٹھنڈی چلتی رہتی ہے۔ شب میں خنکی ہونے لگی ہے۔ بارش نہ ہونے سے کاشت کو بہت نقصان پہونچ رہا ہے باریتعالےٰ اپنا فضل وکرم فرمائے۔ خدانخواستہ اگر چند روز اور بارش نہ ہوئی تو خریف کی فصل کو نقصان کے ساتھ ربیع کی پیداوار پر اثر پڑنے کا اندیشہ کیا جاتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ۱۵ تاریخ کی سہ پہر کو ایک مختصر جھیلا

آب و ہوا:۔ نزلادی بخار اور ملیریا کی شکایات سنی جاتی ہیں۔

رجبی شریف:۔ حسب دستور ۳۱ر اگست و یکم ستمبر کی درمیانی شب میں جامع مسجد واقع کٹرہ بازار میں رجبی کے سلسلہ میں محفل میلاد ہوئی تھی۔ حافظ عنایت احمد انصاری نے معراج نامہ پڑھا اور حضور سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیان ولادت پر

مجلس کا اختتام ہوا۔ فاتحہ خوانی کے بعد حاضرین کو شیر برنج کی غلیاں تقسیم کی گئیں۔ اجتماع کافی تھا اور ہر طبقہ و درجے کے لوگ شریک محفل ہوئے تھے۔ مسجد پر چراغاں بھی کیا گیا تھا اور جھنڈیوں وغیرہ سے مسجد کو آراستہ کیا گیا تھا۔ روشنی کی بہت تعریف کی جاتی ہے۔ بانیان مجلس قابل مبارکباد ہیں۔

الوداعی جلسہ:- مین پوری سے حسب ذیل رپورٹ بغرض اشاعت موصول ہوئی ہے:-

مسٹر قمر الحسن علوی بی۔اے (کاکوروی)، ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس (خلف خانصاحب سید شفیق الحسن مرحوم) کے مین پوری سے الہ آباد تبدیل ہونے کے سلسلہ میں شیخ اشتیاق احمد عباسی ادرسیر (کاکوروی) نے الوداعی پارٹی ۲ر ستمبر سنہ ۳۸ء کو دی تھی۔ چار نوشی و ناشتہ وغیرہ کے بعد منشی محمد احمد خاں قیصر (رامپوری) نے قمر الحسن صاحب کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا جس نے حاضرین کو بہت متاثر کرکے چشم پرنم کر دیا۔ موصوف کے اخلاق، طرز عمل اور ہر دلعزیزی کا ذکر ہر شخص کی زبان پر تھا۔

شرکاء پارٹی میں حسب ذیل حضرات قابل ذکر ہیں:- مسٹر قمر الحسن علوی بی۔اے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ مسٹر شمس الحسن علوی (برادر مسٹر قمر الحسن علوی)، مسٹر پی۔ بی سیٹھ، ایم۔ ایس۔ سی ڈپٹی کلکٹر۔ خانصاحب مولوی نیاز محمد خاں، ڈپٹی کلکٹر۔ مسٹر ایم ایم مہروترا، اسپشل منیجر کورٹ آف وارڈس۔ مسٹر راغب حسن آر۔ آئی، پولیس لائین۔ مسٹر وحید الدین ریڈر کورٹ آف وارڈس حکیم محمد احمد علوی۔ منشی محمد عارف علوی بی۔اے۔ مولوی سید ضیاء الدین اسسٹنٹ کلرک۔ منشی ذکی علی علوی۔ مولوی عبدالرشید خان (امیٹھوی)، منشی اسحاق حسین ریڈر، منشی محمد احمد خاں قیصر (رامپوری)

صحت و تندرستی:- (۱) الہ آباد کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ مولوی ضیاء الحسن علوی ایم۔اے ہیڈ ماسٹر مدارس عربیہ کی صاحبزادی (ضیاء النساء) کھیلنے میں دیوار سے گر پڑی تھیں ہاتھ کی ہڈی ہٹ گئی تھی۔ بفضلہ اب اچھی ہیں ہاتھ میں صرف ورم تھا خدا کرے اس عرصہ میں وہ بھی رفع ہوگیا ہو اور لڑکی بالکل تندرست ہو۔

(۲) قاضی ولی حیدر خاں عباسی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ ماہ میں بواسیری مرض کے باعث ورم جگر وغیرہ کی شکایت میں مبتلا ہوگئے تھے اب خدا کے فضل سے افاقہ ہے۔ لیکن ضعف ہنوز باقی ہے جو بتدریج رفع ہو رہا ہے۔

(۳) اہلیہ مولوی اسلام الدین علوی عرصہ کے بعد لکھنؤ سے آئی تھیں یہاں آنے کے بعد کئی دن انکو بخار تیز آیا اور اسہال کی شکایت رہی۔ ڈاکٹر محمد ہاشم صاحب کے علاج سے بخار رفع ہوگیا اور دستوں میں بھی فائدہ ہوا اب صرف ضعف ہے اور کبھی کبھی انکا دیرینہ مرض پیٹ کا درد باعث تکلیف ہوتا ہے۔

(۴) معلوم ہوا کہ والدہ مشکور علی علوی گذشتہ عشرہ میں بہت سخت علیل ہوگئی تھیں دست آتے شروع ہوگئے تھے ہومیوپیتھک علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ کچھ شدائد بڑھ گئے تھے۔ یونانی علاج سے فائدہ ہوا اور قے و دست موقوف ہوئے۔ کئی دن تک دستوں کے آنے کی وجہ سے کوئی غذا نہ ہو سکی۔ ضعف بہت شدید ہوگیا ہے جو انشاء اللہ بتدریج رفع ہو جائیگا۔ بفضلہ طبیعت چاق ہے۔

علالتیں:- (۱) مولوی مصلح الدین احمد آسیر کے متعلق ناندیڑ (دکن) سے اطلاع ملی ہے کہ انکے بائیں پیر کے تلوے میں ایک پھنسی نکل آئی تھی جسکی وجہ سے کنج ران میں گلٹی نمودار ہوئی اور وہ بڑھکر تمام کنج ران میں پھیل گئی جسپر انٹی فلوجسٹین کا لیپ باندھنے سے پک کر کئی منھ ہوگئے تھے اور مواد خارج ہو رہا تھا اور طبیعت رو بصحت معلوم ہوتی تھی کہ دفعۃً پوری کنج ران پک گئی۔ ڈاکٹر نے اپریشن کرنا تجویز کیا تھا۔ تکلیف کیوجہ سے بخار بھی تیز ہوگیا غذا بھی تقریباً چھوٹ گئی ضعف بہت ہوگیا ہے۔ خدا کرے اس عرصہ میں آسیر صاحب کی تکالیف رفع ہوگئی ہوں اور سابقہ صحت عود کر رہی ہو۔

(۲) معلوم ہوا ہے کہ مولوی مقبول الدین علوی صاحب

ٹائیفائڈ بخار میں مبتلا ہو گئے تھے۔ دس بارہ روز بہت تیز بخار آیا جس نے بہت سخت دکمزور کر دیا ہے تقریباً تین ہفتہ کے بعد بخار اترا ضعف بہت ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح و تندرست فرمائے۔

(۳) قاضی راشد علیخاں عباسی بی-اے ہنوز خیرآباد میں ہیں بلڈ پریشر میں کمی ہے اور آنکھ کی بینائی کی شکایت میں بھی آثار صحت معلوم ہوتے ہیں۔ کئی انجکشن ہو چکے ہیں۔ آنکھ میں بھی دوا ڈالی جا رہی ہے اور پینے کی دوا بھی استعمال میں ہے۔ ڈاکٹر کی مجوزہ دواؤں سے فائدہ محسوس ہو رہا ہے۔ گذشتہ عشرہ میں معلوم ہوا کہ برادر عزیز مذکور کو پیٹ میں شدید درد اٹھا تھا۔ دو دن سخت تکلیف رہی عمل دینے سے سکون ہوا۔ کئی دن غذا بالکل نہیں ہوئی تھی جسکی وجہ سے ضعف ہو گیا تھا۔ اب درد کے اثرات بالکل نہیں ہیں۔ باریتعالیٰ برادر عزیز کو جلد صحیح و تندرست فرما کر واپس لائے۔

(۴) ہمشیرہ مولوی سلطان بادر علوی کی حالت بدستور ہے آنکھیں ابھی تک نہیں کھلی ہیں اور دماغ پر بھی ابھی کچھ اثر معلوم ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حافظ عبدالکریم (ملیح آباد) بغور علاج کر رہے ہیں اور آنکھوں کے کھلنے کی تدابیر بھی کی جا رہی ہیں۔ غذا کی جانب رغبت نہ ہونے سے ضعف بڑھ رہا ہے۔ اللہ جل شانہ رحم فرمائے اور موصوفہ کو صحت کلی عطا فرمائے۔

(۵) مولوی تحسین الدین علوی بی-اے کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ بخار پھر بڑھ گیا اور اسہال بھی ہونے لگے تھے۔ ڈاکٹر انجکشن دے رہے ہیں۔ دستوں میں تو کمی ہے لیکن بخار ۱۰۲ تک رہتا ہے۔ نقاہت بہت بڑھ گئی ہے۔ خداوند کریم عزیز مذکور کو صحت عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے۔

متفرقات:- (۱) شیخ محمد ایوب علوی صاحب تحصیلدار، ریاست محمود آباد گذشتہ ہفتہ میں عرصہ کے بعد وطن آئے تھے ۵-۶ روز قیام کے بعد لسواں واپس گئے۔

(۲) ڈپٹی امیر احمد علوی صاحب بی-اے ۸ ستمبر کو سفر اورنگ آباد سے بخیریت واپس آ گئے۔ موصوف جن عزائم اور شوق میں دکن گئے تھے وہ اعجاز حسین مرحوم کے انتقال کی وجہ سے پورے نہ ہوئے اور اس حادثہ سے اسقدر متاثر ہوئے کہ اپنا پورا پروگرام فسخ کر دیا اور لوگوں کے اصرار سے ۱۲-۱۰ دن اورنگ آباد میں ٹھہر کر واپس آئے۔

(۳) معلوم ہوا ہے کہ مسلم لیگ کے شعبہ جمعیۃ امداد باہمی اپنے گذشتہ جلسہ میں جو عملی پروگرام طے کیا ہے اور جس کاروبار کی ابتدا کرنے کا ارادہ ہے وہ بہت منفعت بخش کہا جاتا ہے خدا کرے کامیابی ہو اور اہل وطن اس موقع سے پورا فائدہ اٹھائیں سنا ہے کہ ایک ایک شخص نے کافی تعداد میں حصص خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور ایک سال کی رقم یکمشت ادا کر دینا بھی طے کیا ہے۔ یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ رقومات وصول ہو رہی ہیں۔ عنقریب غلہ کے کاروبار سے ابتدا کیا جانا کمیٹی نے طے کیا ہے

(۴) سنا گیا ہے کہ موضع سدہی تھانہ کاکوری میں کسی امیر کے گھر میں گذشتہ ہفتہ میں ڈاکہ پڑنے کی واردات ہوئی تھی۔ سب انسپکٹر تھانہ کاکوری تفتیش کر رہے ہیں۔

دلچسپ اخبار

(۱) عرصہ ہوا خبر آئی تھی کہ مقام بھیرہ میں ایک عورت کے بچہ پیدا ہوا جسکی ٹھوڑی پر داڑھی تھی اور کانپور میں ایک عورت کے بچہ ہوا جسکا تمام جسم تو آدمی کا تھا مگر منہ گھوڑے کی طرح تھا۔ ضلع ملتان میں ایک نوزائیدہ بچہ کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ جب اُسکے کان میں اذان کہی گئی تو بچہ نے بہت صاف طور پر تین بار اللہ اللہ کہا تھا۔

(۲) ۱۰ ستمبر کو گنگا پرشاد میموریل ہال لکھنؤ میں پنڈت گوبند بلبھ پنتھ لیڈر کانگریس پارٹی کی طلب پر جو جلسہ زیر صدارت [illegible] پرشوتم داس ٹنڈن اسپیکر یو-پی اسمبلی منعقد ہوا تھا اُس میں [illegible] سلطنت کے مفروضہ مظالم پر ہنگامہ خیز تقریریں ہوئیں۔ پنڈت پنتھ نے موجودہ گورنمنٹ کو چیلنج کیا کہ "گورنمنٹ اگر اکثریت کے اعتماد کا دعویٰ رکھتی ہے تو دوبارہ انتخابات کرے"۔

(سید محمد مشیر الدین نے پرنائیٹڈ انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں باہتمام سید تفضل حسین چھپوا کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ دلال ملی) کاکوری سے شائع کیا)